قال اللہ تعالیٰ

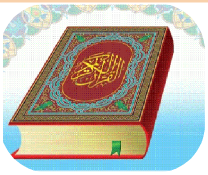

۞ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾

(بنی اسرائیل:81)

ترجمہ: اور تو کہہ اے میرے رب! مجھے اس طرح داخل کر کہ میرا داخل ہونا سچائی کے ساتھ ہو اور مجھے اس طرح نکال کہ میرا نکلنا سچائی کے ساتھ ہو اور اپنی جناب سے میرے لئے طاقت ور مددگار عطا کر۔

۞ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۹﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۴۰﴾

(یٰس:39-40)

اور سورج (ہمیشہ) اپنی مقررہ منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ کامل غلبہ والے (اور) صاحبِ علم کی (جاری کردہ) تقدیر ہے۔ اور چاند کے لئے بھی ہم نے منازل مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا کرتے کہ: اے اللہ! تو اس چاند کو ہم پر امن و ایمان اور اور سلامتی و اسلام کے ساتھ چڑھا۔

☆ قیامت کے روز وہ لوگ میرے قریب تر ہوں گے جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والے ہوں گے۔

☆ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

☆ وہ شخص بہت ہی بخیل ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے لیکن وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

(ترمذی)

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔ (بخاری کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن)

☆ قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے شفیع ہو کر آئے گا۔

(مسلم۔ باب فضائل قرأت القرآن)

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ المنار

ایڈیٹر: مقصود الحق   جلد نمبر: 4   جنوری 2014ء   شمارہ نمبر: 1   نائب ایڈیٹر: مبارک احمد صدیقی   مینیجر: سید نصیر احمد

کلام الامام

"درود شریف کے طفیل..... میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینے میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل ان کی لا انتہا نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔" (الحکم 28 فروری 2003)

ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اُس رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آبِ زلال کی شکل پر نوری مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ (براہین احمدیہ صفحہ 576)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"اللہ تعالیٰ یہ نیا سال ہمارے لئے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ انسان کی تو سوچ بھی اُن انعاموں اور فضلوں اور احسانوں تک نہیں پہنچ سکتی جو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت پر فرما رہا ہے۔ لیکن ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو یاد رکھتے ہوئے اس کے آگے جھکے اس کے حکموں پر عمل کرے اور ان حکموں پر عمل کرنے کی انتہائی کوشش کرے۔ حتی الوسع جس حد تک جس کی استعدادیں ہیں اس کو عمل کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے تا کہ یہ برکتیں اور انعامات ہمیشہ جاری رہیں۔ اگر ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے بنے رہے، اس کے حکموں پر عمل کر کے نیکیاں بجالاتے رہے، اپنے مال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے رہے تو پھر یہ وعدہ بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک سال یا دو سال یا تین سال کی بات نہیں بلکہ ان باتوں کی طرف توجہ اور ان امور کی انجام دہی کے بعد پھر تم ہمیشہ خدا تعالیٰ کے مقرب بن جاؤ گے۔ ہر سال تمہارے لئے برکتیں لیکر آئے گا اور ہر گزشتہ سال تمہارے لئے برکتوں سے بھری جھولیاں چھوڑ جائے گا اور پھر یہ جو اعمال ہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان نعمتوں کا وارث بنائیں گے۔" (از خطبہ جمعہ 6 جنوری 2006)

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ
53, Melrose Road, London, SW18 1LX
Ph. : 020 8877 5510, Fax: 020 8877 9987
e-mail : ticassociation@gmail.com

”آپ مجھے نہیں جانتے لیکن میں آپ کو جان گیا ہوں!!“

”ایک دفعہ انگلستان میں ایک بڑا دلچسپ واقعہ ہوا۔ وہاں ہر سال یکم جنوری کو لوگوں کی جو حالت ہوتی ہے وہ آپ نے سنی ہوگی۔ رات بارہ بجتے ہیں اور بے حیائی کا ایک طوفان سڑکوں پر امڈ آتا ہے۔ اس وقت ہر شخص کو آزادی ہوتی ہے کہ جس کو چاہے گلے لگائے اور پیار کرے خواہ وہ کتنا ہی گندہ کیوں نہ ہو۔ اسکے منہ سے شراب کی بدبو آتی ہو یا اور کئی قسم کی غلاظتیں لگی ہوں۔ خیرات کے بارہ بج رہے تھے۔ میں یوسٹن کے ریلوے سٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں وہاں کسی کام کے لیے گیا ہوا تھا اس وقت فارغ ہو کر واپس گھر جا رہا تھا تو جس طرح دوسرے احمدیوں کو یہ خیال آتا ہے کہ ہم سال کا نیا دن نفل سے شروع کریں اسی طرح مجھے بھی یہ خیال آیا چنانچہ میں نے وہاں نفل پڑھنے شروع کر دئے۔ کچھ دیر کے بعد مجھے یہ احساس ہوا کہ میرے پاس ایک آدمی کھڑا رو رہا ہے۔ اور رو بھی اس طرح رہا ہے جس طرح بچے ہچکیاں لے لے کر روتے ہیں۔ میں اگرچہ اس حالت میں نماز پڑھتا رہا لیکن تھوڑی سی Disturbance ہوئی کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو جب میں اٹھ کر کھڑا ہی ہوا تھا تو وہ دوڑ کر میرے ساتھ لپٹ گیا اور میرے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ میں نے کہا کہ کیا بات ہے میں تو آپ کو جانتا نہیں۔ اس نے کہا کہ آپ مجھے نہیں جانتے لیکن میں آپ کو جان گیا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا کہ سارا لندن آج نئے سال کے آغاز پر خدا کو بھلانے پر تلا ہوا ہے اور ایک آدمی مجھے ایسا نظر آ رہا ہے جو خدا کو یاد رکھنے پر تلا ہوا ہے۔ میں کیسے آپ کو نہ پہچانوں۔ غرض اس چیز نے اس پر اتنا گہرا اثر کیا کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے وہ بچوں کی طرح ہچکیاں لے لے کر رونے لگ گیا۔“

(الفضل ربوہ 01/01/2014)

انتخابِ سخن

فضلِ خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

(حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)

خدایا سالِ نو میں ہم پہ رحمت کی نظر رکھنا
کرم کرنا ہمیں اپنی نظر میں معتبر رکھنا
تری شوکت لپک کر آئے ہم بے اختیاروں تک
تری تبلیغ جا پہنچے زمیں کے سب کناروں تک

(عرشی ملک)

تیرے ہی فضل و کرم سے اے کریم
سالِ نو لے آئے خوشیوں کی بہار
ابرِ رحمت خوب برسے سال بھر
آبِ عرفاں سے بھرے ہوں رود بار

(عبدالرحیم راٹھور)

ظلم و استبداد کی راہیں سبھی مسدود ہوں
جابر و ظالم ستم گر نیست و نابود ہوں
ہم کو آزادی ہو تیرے نام کی تشہیر کی
ساری کڑیاں توڑ دے قدغن کی اس زنجیر کی
سالِ نو میں رحمتوں اور برکتوں کا ہو نزول
سب دعائیں التجائیں اے خدا کیجو قبول

(عبدالحمید خلیق)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی مساعی سال 2013 پر ایک نظر

☆ دوران سال ایسوسی ایشن کی مجلس عاملہ (جس کے کُل ممبران کی تعداد 20 ہے) کے ماہانہ اجلاس باقاعدگی کے ساتھ منعقد ہوتے رہے۔ (اجلاسات میں ایسوسی ایشن کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے علاوہ آئندہ پروگراموں کے بارہ میں غور و فکر کیا جاتا ہے)

☆ ایسوسی ایشن کے تحت ”مجلس علم و عمل“ قائم ہے۔ اس مجلس کے تحت 6 اپریل کو سرائے انصار میں ایک بہت مفید اور پُر لطف مجلس کا انعقاد کیا گیا۔ جس کے مہمان خصوصی مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب (امیر جماعت غانا) تھے۔ اگرچہ آپ تعلیم الاسلام کالج کے سابق طالب علم نہیں لیکن آپ نے بہت لمبا عرصہ ربوہ میں گزارا ہے۔ اس حوالہ سے آپ نے ”ربوہ کی حسین یادیں“ بہت پُر لطف انداز میں اردو زبان میں بیان کیں۔ اس پُر لطف مجلس کی مختصر روداد جب المنار میں شائع ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کے بیان کردہ واقعات کو بہت پسند فرمایا اور خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

☆ لندن کے قریب ایک خوبصورت اور تفریحی جزیرہ ہے جس کا نام Isle Of Wight ہے۔ 16 مئی کو ایسوسی ایشن نے اس جزیرہ میں ایک دن کا بھرپور تفریحی پروگرام بنایا جس میں 24 سابق طلبہ نے شرکت کی۔ سفر بذریعہ VAN اور فیری کیا گیا۔ پُر لطف مقامات اور پُر لطف نظاروں سے سب بہت محظوظ ہوئے۔ دوران سفر کلوا جمیعاً اور باجماعت نمازوں کا بھی اہتمام کیا گیا۔ یہ پروگرام بہت معلوماتی ثابت ہوا اور ایک یادگار دن بن گیا۔

☆ عیدالفطر کے اگلے روز 11 اگست کو مجلس علم و عمل کے زیر اہتمام محمود ہال میں ”برکاتِ خلافت“ کے عنوان پر ایک ایمان افروز مشاعرہ منعقد کیا گیا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت شمولیت نے اس تقریب کو رونقوں اور خوشیوں سے بھر دیا۔ کالج کے سابق طلبہ نے خلافت کے بابرکت موضوع پر اپنے مخلصانہ جذبات اور خیالات کا بہت عمدہ اظہار کیا۔

☆ جلسہ سالانہ برطانیہ کے دوسرے روز دوپہر کے کھانے کے مختصر وقفہ میں تعلیم الاسلام کالج کے سابق اساتذہ اور بیرونی ممالک سے آئے ہوئے سابق طلبہ کے ساتھ برطانیہ کے سابق طلبہ کا ایک شاندار اجلاس منعقد ہوا۔ دعوتِ طعام کے بعد مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، مکرم چوہدری حمیداللہ صاحب اور دیگر اساتذہ اور مہمانان کرام نے بہت بے تکلفانہ انداز میں اپنے اپنے زمانہ کی تعلیم الاسلام کالج کی دلچسپ یادوں کو بیان کیا۔ آخر میں مہمانوں اور مقامی طلبہ نے گروپ تصاویر میں شرکت کی۔

☆ تعلیم الاسلام کالج کی روایات اور یادوں کو زندہ کرتے ہوئے ماہ دسمبر میں ایسوسی ایشن کو پہلی ”سپورٹس ریلی“ منعقد کرنے کی توفیق ملی، جو بیت الفتوح کے وسیع و عریض ”طاہر ہال“ میں منعقد ہوئی۔ اس دو روزہ ریلی میں کالج کے سابق طلبہ اور سابق طلبہ کے بعض بچوں نے بھی شرکت کی۔ اس ریلی میں باسکٹ بال، والی بال اور بیڈمنٹن کے علاوہ تفریح طبع کے لئے میوزیکل چیئرز اور بیت بازی کے دلچسپ مقابلے بھی ہوئے۔ آخر میں شرکاء کو سندات دی گئیں۔

☆ ایسوسی ایشن کی طرف سے کالج کے مشہور رسالہ ”المنار“ کو اسی کے نام سے ایک ای گزٹ کے طور پر شائع کیا جاتا ہے۔ اس کا آغاز جنوری 2011 سے ہوا۔ 8 صفحات کا یہ مصور گزٹ اپنی افادیت کی وجہ سے خدا کے فضل سے ایک خاص مقام حاصل کر چکا ہے اور حضور انور نے بھی خوشنودی کے کلمات سے نوازا ہے۔ الحمد للہ امسال دسمبر 2013 میں اس کی اشاعت کے 3 سال مکمل ہو گئے ہیں۔ ممبران کو یہ انفرادی طور پر ای میل کے ذریعہ بھجوایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں افادہ عام کیلئے یہ ای گزٹ جماعت کی عالمگیر ویب سائٹ alislam.org کے periodicals کے حصہ میں موجود ہوتا ہے۔ جنوری 2011 سے یہ رسالہ چوتھے سال میں داخل ہو رہا ہے۔ کالج کے حوالہ سے بہت قیمتی مقالات، مضامین، تصاویر اور دلچسپ واقعات اس کے صفحات میں محفوظ ہو چکے ہیں۔

☆ ایسوسی ایشن کی مساعی کا ایک پہلو ایسے نادار مگر قابل احمدی طالب علموں کی خدمت میں مالی امداد کا تحفہ پیش کرنا ہے، جن کے لئے تعلیم کی راہوں میں روکیں ڈالی جا رہی ہیں۔ حضور انور نے اس بارہ میں سابق طلبہ کو متعدد مواقع پر ان کی اس ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس تحریک کے جواب میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے برطانیہ کی ایسوسی ایشن کو 2011 میں 2 لاکھ، 2012 میں 4 لاکھ اور 2013 میں 6 لاکھ روپے کے برابر رقم حضور انور کی خدمت میں اس کار خیر میں پیش کرنے کی توفیق ملی ہے۔ خدا کرے کہ ممبران کی یہ کوشش اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہو اور اس نیک میدان میں ان کے قدم آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ آمین۔

(عطاء المجیب راشد۔ صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ)

۱۲ربیع الاوّل کی مناسبت سے

جذبۂ عشق

دن کا وقت تھا۔مجلس میں چاروں طرف خاموشی تھی۔ایک بزرگ ہستی، جس کا چہرہ ایک بقعۂ نور تھااور جس کے پاکیزہ جسم سے نہایت تیز مقناطیسی شعاعیں نکل نکل کراس کے ہم جلیسوں کے دلوں کو مسحور کررہی تھیں،مجلس کے درمیان بیٹھی تھی۔وہ مقناطیسی شعاعیں جو اس کے جسم سے نکل رہی تھیں، دو قسم کی تھیں۔ایک محبت پیدا کرنے والی تھیں اور دوسری رعب۔جن لوگوں کے دلوں کی کھڑکیاں کھلی تھیں وہ شعاعیں ان کے اندر داخل ہوکر عجیب کیفیت پیدا کررہی تھی۔ایک طرف جذبۂ محبت تھا جو بچہ کی ماں سے محبت کی نسبت سے بھی زیادہ ناز اور والہیت پیدا کررہا تھا۔دوسری طرف جذبۂ رعب تھا کہ سلاطین وملوک سے بھی زیادہ ادب و نیاز کا احساس پیدا کررہا تھا۔محبت کہتی تھی ، اس چہرے کو دیکھے جا۔ادب کہتا تھا آنکھیں نیچی رکھ۔ناز کا اصرار تھا کہ باتیں کراور کرتا ہی جا، نیاز کہتا تھا خاموش رہ اور کان رکھ۔

یہ منور وجوداور مقدس ہستی سادگی اور بے نفسی میں اپنی مثال آپ تھی۔بادشاہانہ رعب تھا،مگر فقیرانہ لباس۔سلاطین سے بڑھ کر دبدبہ تھا مگر مسند شاہی کی جگہ ایک معمولی سا کپڑا نیچے بچھا ہوا تھا۔اس میں اوراس کے ساتھیوں میں کچھ فرق نہ تھا بلکہ ان میں سے کئی کا لباس اس کے لباس سے بہتر تھا۔

خدا تعالیٰ نے جس طرح باطنی کمالات اس بزرگ کو دئے تھے ، ظاہری خوبیاں بھی موجود تھیں۔جس کی بناوٹ میں کوئی ایسا نقص نہ تھا کہ دیکھنے والے کو گھن آئے بلکہ مردانہ حسن و خوبصورتی سے اسے وافر حصہ ملا تھا جس کی وجہ سے انسان چہرہ کو دیکھتے ہی ادب ومحبت محسوس کرنے لگتا تھا۔سچ ہے کہ خیالات انسان کے چہرہ پر بھی اثر ڈالنے لگتے ہیں۔ان بزرگ کا چہرہ اُن تمام اندرونی نوروں کا شاہد تھا جو اس کے دل میں ایک وسیع سمندر کی طرح موجزن تھے۔اس کا قد درمیانہ اور رنگ خوبصورت اور سفید تھا۔اس کے بال نہ تو گھنگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے۔رنگ کے لحاظ سے کسی قدر سنہری تھے۔اس کا جسم بہت ملائم تھا اور اس میں سے خوشبو آتی تھی۔اس کا سینہ چوڑا تھا اور کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا جو وسعت حوصلہ اور سادگی طبیعت پر دلالت کرتا تھا۔اس کے ہاتھ پاؤں موٹے موٹے تھے اور ہتھیلیاں بہت چوڑی تھیں جو ایک طرف شجاعت پر اور دوسری طرف سخاوت پر دلالت کرتی تھیں۔وہ آہستہ آہستہ بات کرتا تھا اور مخاطب کے احساسات کا بہت ہی لحاظ کرتا تھا۔اس کے ماتھے پر شکن نہ تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ جوش میں آنے کا کبھی عادی نہیں ہوا۔وہ ہمیشہ مسکراتا تھا مگر لا ابالی متوالے انسان کی مسکراہٹ نہیں جو اسے اچھا مجلسی تو ثابت کرتی ہے پر قابل اعتبار دوست نہیں۔ بلکہ اس کے ہونٹوں پر ایک سنجیدہ اور افسردہ مسکراہٹ کھیلتی تھی جو اسے اور بھی پیارا بنادیتی تھی۔ کیونکہ اس کے خفیف شکنوں پر صاف صاف لکھا ہوا نظر آتا تھا کہ اس مسکراہٹ کی غرض دوسروں کی دلداری اور دلجوئی ہے ورنہ غمخواری اور ذمہ داری نے اس کے دل کو درد والم کا مخزن بنا رکھا ہے۔ابھی ابھی کا واقعہ ہے کہ بیماری کی وجہ سے وہ خانہ خدا میں نہ جا سکا۔اس کے اصحاب جو اس کی خفیف سی تکلیف کو بھی برداشت نہ کرسکتے تھے اس کی تھوڑی سی جدائی کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے، گھبرا گئے۔ایک اور شخص عبادت کیلئے کھڑا ہوا۔اس کا کھڑا ہونا تھا کہ عبادت گھر آہ وبکا سے گونج اٹھا۔مرغ بسمل اس طرح نہیں تڑپتا جس طرح میدان جنگ کے شیر اور صف شکن بہادر کرب واضطراب سے بے تاب ہورہے تھے۔آنسو تھے کہ ان کی تار نہ ٹوٹتی تھی۔ سینے تھے کہ اُبلنے والی ہنڈیا کی طرح کھول رہے تھے۔وہ سہارا لے کر اُٹھا۔دوسروں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑکی تک آیا۔حالانکہ اس میں کھڑا ہونے کی طاقت نہ تھی۔اس نے کھڑکی کا پردہ ایک طرف کیا اور عبادت گھر کی طرف سر جھکا کر مسکرایا۔اس کی مسکراہٹ نے لوگوں کو وارفتہ کردیا۔وہ بے اختیار ہوکر نعرہ ہائے مسرت مارنے لگے۔اس نے پھر اپنا سر اندر کرلیا۔لوگ خوش تھے مگر آہ انہیں کیا معلوم کہ اس ذرا سی مسکراہٹ کے پیدا کرنے کیلئے اسے کس قدر جذبات درد والم کو محسوس کرنا پڑا۔اے مقدس وجود میری جان تجھ پر قربان، میرا دل تجھ پر نثار ہو۔تو نے موت کی آخری کشمکشوں میں دوسروں کی ادنیٰ خوشی کو مدنظر رکھا۔

ہاں!تو آج بھی ان لوگوں کے چہرے افسردہ نظر آتے تھے مگر اس کے چہرہ کی بشاشت قائم تھی۔وہ انہیں اپنی آنے والی جدائی کیلئے تیار کررہا تھا اور جس طرح آہن گر تلوار کو مکمل کر کے آخری دفعہ صیقل کرتا ہے وہ بھی اپنے اصحاب کے دلوں کو آخری دفعہ جلا دے رہا تھا۔وہ ان کے سامنے سب ضروری سبق دہرا رہا تھا۔وہ خدا تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت کے سبق ان کے دلوں میں تازہ کررہا تھا۔ اس کی محبت کا ولولہ ان کے دلوں میں پیدا کررہا تھا۔ثبات واستقلال کی تعلیم دے رہا تھا۔عورتوں سے حسن سلوک،غریبوں کے حقوق کی نگہداشت،یتیموں کی امداد،غلاموں کی آزادی کی تحریک شکستہ دلوں کی دل دہی،قرضداروں کی اعانت مسافروں کے ساتھ حسن سلوک، رعایا کی بہتری کی کوشش، غیر مذاہب والوں کے جذبات کا احترام، اخلاق فاضلہ کا قیام، عدل وانصاف کا اثبات غرض دنیا کی ہر ایک نیکی کی تعلیم اور ہر ایک بدی سے بچنے کی ہدایت وہ دے رہا تھا۔مگر اپنے اور اپنے بیوی بچوں کا ذکر وہ بالکل حذف کرجاتا۔گویا اس وقت دنیا اپنی ساری تفاصیل کے ساتھ اس کے سامنے موجود تھی مگر وہ اور اس کا گھرانہ بالکل غائب تھے۔مگر نہیں، میں غلطی کرتا ہوں وہ کبھی کبھار اپنا ذکر بھی کرتا تھا۔مگر اس لئے نہیں کہ اپنے مخاطبوں سے اپنی قربانی کی داد طلب کرے، اپنی فدائیت کا صلہ مانگے یا اپنے رشتہ داروں کی سفارش کرے،نہیں بلکہ اس کے بالکل مخالف وہ کبھی کبھی بات کرتے کرتے رک جاتا تھا اور اس کے چہرہ پر انتہائی کرب واضطراب کے آثار پائے جاتے تھے۔اس کے دل سے ایک آہ نکلتی تھی۔ایسی آہ جس کی گہرائی کا اندازہ لگانا انسانی طاقت سے بالا تھا۔وہ کچھ دیر خاموش رہ کر بولتا اور اس کے آہ وجذبات غم کا ایک ایسا ہیجان پیدا کرتی جس کے مقابلہ میں سمندر کے تلاطم بھی کچھ حیثیت نہ رکھتے تھے۔وہ مضطربانہ طور پر کہتا کہ خدا یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ان فقروں کو بولتے وقت اس کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔وہ حسرت وغم کا مجسمہ بن جاتا اور درد والم کی تصویر۔بالکل یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آواز کی ایک ایک لہر کے ساتھ بے تعداد تمنائیں اور التجائیں لپٹی ہوئی ہیں اور وہ اپنی تمام عمر کی خدمات اور قربانیوں کا آخری بدلہ مانگتا ہے۔کیا بدلہ؟ یہ کہ اس کی قبر کو شرک کی جگہ نہ بنالیا جائے۔اس کی آواز غم والم میں اس طرح ڈوبی ہوئی نکلتی تھی کہ گویا اس کی اور اس کے خاندان کی تمام بہبودی صرف اس سوال کے جواب میں پوشیدہ ہے۔وہ اپنے لئے صرف یہ مانگتا تھا کہ اسے پیدا کرنے والے کی عزت چھین کر اسے نہ دی جائے۔میری جان اس پر فدا اور میرا دل اس پر قربان ہو۔وہ کیسا وفا شعار تھا۔

میں پھر اپنے مطلب سے دور چلا گیا۔میں کہہ رہا تھا کہ ایک دن وہ اپنے آنے والی جدائی کے برداشت کرنے کیلئے اپنے احباب کو تیار کررہا تھا اور اپنی پاکیزہ تعلیم کے خوشنما آثار پر پھر ایک دفعہ تکرار کے خطوط کھینچ کر انہیں جلا دے رہا تھا۔آخر اس نے سمجھا کہ اس کا کام ختم ہوگیا ہے۔وہ اپنا مقصد پورا کرچکا ہے۔اس وقت اس کے اصحابؓ کی کیفیت عجیب تھی۔اگر کبھی بھی انسان کو گوشت اور پوست جذبات واحساسات میں بدل گیا ہے تو اس وقت اس کے اصحاب کا یہی حال تھا۔وہ مجسم احساس بن رہے تھے۔ان کا گوشت بھی احساس بن رہا تھا اور پوست بھی اور ہڈیاں بھی اور ان کے اندر کا گودا بھی۔وہ مغز بن گئے تھے بغیر چھلکے کے اور خوشبو بن گئے تھے بغیر پتوں کے۔وہ نفوس قدسیہ تھے جو مادہ کی حد بندی کو توڑ چکے تھے اور بلند پرواز طائر تھے جو زمین کی کثافتوں سے بالا ہو چکے تھے۔اس نے ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں بھی ایک انسان ہوں جس طرح تم انسان ہو۔ مجھے ہمیشہ تم سے معاملات پیش آتے رہتے تھے۔بالکل ممکن ہے کہ کبھی میرے ہاتھ سے کسی کو اذیت پہنچی ہو۔میں نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن خدائے قادر کے سامنے مجھے جواب دہ ہونا پڑے۔پس جس کو میرے ہاتھ سے کوئی اذیت پہنچی وہ آج مجھ سے بدلہ لے لے۔

یہ فقرے گویا اس کے اصحابؓ کی کمر توڑنے کیلئے آخری تنکا تھا۔ ان کے دل پگھل گئے اور آنکھیں ساون کی جھڑی کی طرح برس پڑیں۔اُن کا پیار جس نے اپنی عمر دنیا کو اذیّت سے بچانے کیلئے اور غلامی سے چھڑانے کیلئے خرچ کردی وہ اور اس کے ہاتھ سے کسی کو اذیّت پہنچی ہو۔وہ اور اس سے کوئی شخص بدلہ لینے کا خیال کرے۔اگر چاند تک بچہ کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے یا انسانی آنکھ عالم کی انتہا تک پہنچ سکتی ہے تو بے شک اس سرتاپا نور کا بھی عیب کسی کو نظر آسکتا ہے۔مگر جب حقیقت یہ ہے کہ چاند میں داغ ہیں مگر مطہر وجود کی زندگی داغوں سے پاک ہے تو پھر اس سے بدلہ لینے کے معنی ہی کیا ہوئے؟ سورج چمک رہا تھا مگر اس کی شعائیں دھندلی نظر آنے لگ گئیں، ہوائیں چل رہی تھیں مگر اُن پر ایک سکوت کا سا عالم طاری ہوگیا۔درخت ہل رہے تھے مگر ایسا معلوم ہونے لگا گویا وہ ٹھہر گئے ہیں۔پرندے گا رہے تھے مگر ایسا محسوس ہوتا تھا گویا ان کے گانے میں سے خاموشی کی

لہریں پیدا ہو رہی تھیں۔ سب لوگ محو حیرت ہی تھے کہ ایک شخص بولا: ''حضورؐ! ایک جنگ کے موقع پر آپ صف بندی کر رہے تھے کہ ایک صف سے گزر کر آپ کو آگے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ آپ جس وقت صف کو چیر کر آگے گئے تو آپ کی کہنی میری پیٹھ کو لگ گئی۔

ہر ایک جو محبت اور عشق کا مزا جانتا ہے سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت مجلس کا کیا حال ہو گیا ہوگا۔ تمام حاضرین پر ایک سناٹا چھا گیا۔ کئی جوانوں کی تلواریں میانوں سے نکل نکل پڑتی تھیں۔ آنکھیں شرر تھیں مگر دم مارنے کا یارا نہ تھا۔ ہونٹ پھڑ پھڑاتے تھے مگر بولنے کی طاقت نہ تھی۔ دماغ پر جوش و غضب کا تسلط ہو رہا تھا مگر اظہار کی جرأت نہ تھی۔ سورج اسی طرح چمک رہا تھا مگر محبت کی آنکھ سے دیکھنے والوں کو یوں نظر آیا جیسے اس کی شعاعیں تیز ہو گئی ہیں اور اس کی دھوپ سرخ ہو گئی ہے اور دنیا کو جلانے کیلئے تیار ہے۔ ہوائیں اسی طرح چل رہی تھیں مگر یوں معلوم ہونے لگا گویا ان کی رفتار میں تیزی پیدا ہو گئی ہے اور وہ دنیا کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ درخت اسی طرح ہل رہے تھے مگر نظر یوں آتا تھا کہ گویا وہ ابھی زمین سے اکھڑ کر جا پڑیں گے۔ پرندے ویسی ہی میٹھی آواز سے گا رہے تھے مگر محبت کے کان ایک کان پھاڑ دینے والا شور سن رہے تھے جو دوزخ کی چیخ کے مشابہ تھا۔ غرض سب مجلس میں کیا متکلم اور کیا سامع سب کے دلوں میں ایک ہیجان برپا تھا اور ہر ایک کی قلبی کیفیت کے مطابق عالم میں بھی ایک تغیر نظر آ رہا تھا۔ مگر ایک شخص ان سب ہیجانوں سے بالا تھا اور وہ وہی بزرگ نفس انسان تھا جس نے ہر اس شخص کو بدلہ لینے کی دعوت دی تھی جسے اس کے ہاتھوں سے کوئی نقصان پہنچا ہو۔ اس نے نہایت متانت اور خوشی سے جواب دیا کہ میں بیٹھا ہوں میری پیٹھ پر کہنی مار لو۔ حضار مجلس کے دماغ جوش غضب سے ابل رہے تھے مگر وہ کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ یقیناً خدا کے فرشتے اس وقت اس خدا کی حمد گا رہے تھے جس نے اس رسول کو پیدا کیا تھا۔

وہ شخص جس نے بدلہ کا مطالبہ کیا تھا اُٹھا اور اس نے کہا کہ جناب جس وقت مجھے آپ کی کہنی لگی تھی اس وقت میرا جسم ننگا تھا پس بدلہ پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپ کے جسم سے کرتہ نہ اتارا جائے۔ اس بزرگ نے فوراً اپنی پیٹھ سے کرتہ اونچا کر دیا کہ لو اب کہنی مارو۔

اس وقت لوگوں کے دلوں کی حرکت بند ہو گئی اور دنیا ایک عالم خموشاں نظر آنے لگی۔ ہر ایک شخص حیران تھا کہ وہ شخص جو بدلہ لینے کیلئے آمادہ تھا کیا دیوانہ ہے۔ اگر اس بزرگ کا ڈر نہ ہوتا اس وقت اس شخص کی ایک بوٹی بھی نظر نہ آتی۔ مگر اس کے اثبات میں کچھ فرق نہ آیا۔ اس نے لوگوں کے غصہ کی بھی پرواہ نہ کی۔ وہ اٹھ کر اس بزرگ کے پاس آیا اور پیٹھ کی طرف جھکا۔ اس کے چہرہ کے اعصاب اس وقت پھڑک رہے تھے، اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ وہ نیچے جھکا اور اس بزرگ کی ننگی پیٹھ کو اپنے ہونٹوں سے چھوا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور خدا کی حمد بجا لاتا ہوا وہ کھڑا ہو گیا۔ وہ آنسو جذبۂ عشق کے آنسو تھے۔ اس نے کہا: ''حضورؐ! کجا بدلہ اور کجا یہ خادم! جس وقت حضورؐ سے معلوم ہوا کہ شاید وہ وقت قریب آ پہنچا ہے جس کے خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو میں نے چاہا کہ میرے ہونٹ ایک دفعہ اس بابرکت جسم کو مس کر لیں جسے خدا تعالیٰ نے برکتوں کا مجموعہ بنایا ہے۔ پس میں نے اس کہنی کو اپنے مقصد کے پورا کرنے کا ذریعہ بنایا جس کا لگنا اس وقت بھی میرے لئے موجب فخر تھا اور آج بھی......جماعت پر سے حیرت دور ہو گئی۔ تعجب کی سختی جاتی رہی دل پھر نرمی سے حرکت کرنے لگے۔ کئی دماغ جو پہلے غصہ کے خیالات سے لبریز تھے اب رشک کے جذبہ سے معمور ہو گئے سورج اب بھی چمک رہا تھا مگر اب اس کی روشنی بہت خوبصورت اور محبت کی بجلی سے بھری ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں مگر اب ان میں دریائے محبوب کی خوشبو ملی ہوئی معلوم دیتی تھی۔ درخت اب بھی ہل رہے تھے مگر اب اُن کی حرکات خوشی کے ناچ کے مشابہ لگتی تھیں۔ پرندے اب بھی گا رہے تھے مگر یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ حمد و ثنا کے گیت گا رہے ہوں۔ مجلس میں افسردگی کے باوجود خوشی کی ایک لہر دوڑ رہی تھی اور اس کا سبب جذبۂ عشق کا وہ مظاہرہ تھا جو اوپر بیان ہوا۔ اس بزرگ کے ہونٹوں پر اسی طرح مسکراہٹ تھی اور مسکراہٹ کے پیچھے ایک بارِ الم و غم تھا۔ یہ بزرگ میرا محمد ﷺ تھا اور اہل مجلس اس کے صحابہؓ تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

(از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

نام کا اثر

''رستم کے گھر میں ایک دفعہ چور آیا۔ وہ رستم سے زیادہ طاقتور تھا لیکن رستم کا نام طاقت میں بہت مشہور تھا۔ چور کو اس سے کبھی طاقت آزمائی کا موقعہ نہ ملا تھا۔ اس دن جب رستم نے پکڑا تو اس نے رستم کو گرا لیا اور اسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ اس پر رستم نے چلا کر کہا، رستم آ گیا! رستم آ گیا! یہ سن کر چور بھاگ گیا۔ یہ رستم کے نام کا اثر تھا کہ اس نے ایسے طاقتور کو بھی بھگا دیا جس نے رستم کو گرایا ہوا تھا۔''

(خطباتِ محمود جلد ۲ صفحہ ۲۰۰)

غزل

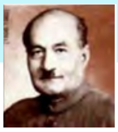

جوش ملیح آبادی کا شمار غزل کے شدید ترین مخالفوں میں ہوتا ہے۔ غزل پر ان کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اس میں تخیلی تسلسل نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایک غزل کے اشعار میں متضاد خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک دن جوش صاحب اپنے احباب میں بیٹھے ہوئے تھے، کچھ بے ربط باتیں منہ سے نکل رہی تھیں اور ایک بات کا دوسری بات سے کوئی ربط نہیں تھا۔ ایک صاحب نے استفسار کیا قبلہ! آج کیسی بے سر و پا باتیں کر رہے ہیں؟ جوش صاحب نے جواب دیا غزل کہہ رہا ہوں۔

لفظ اور صیغے

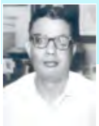

پرانے زمانے میں تذکیر و تانیث کے قاعدے مقرر تھے۔ قاعدہ یاد نہ ہو تو لباس اور بالوں وغیرہ سے پہچان ہو جاتی تھی۔ اب مخاطب سے پوچھنا پڑتا ہے کہ مذکر ہے یا مونث ہے؟ اس کے بعد اس سے صحیح صیغہ میں گفتگو کرتے ہیں۔ بہت سے واحد ایک جگہ اکٹھے ہوں تو جمع کے صیغے میں آ جاتے ہیں۔ جمع کے صیغے میں تھوڑی احتیاط ضروری ہے۔ خصوصاً جن شہروں میں دفعہ 144 لگی ہوئی ہو، ان دنوں جمع نہیں ہونا چاہئے واحد رہنا ہی اچھا ہے۔

فعل مستقبل: جو لوگ آج کا کام ہمیشہ کل پر ٹالتے ہوں انکے ہر فعل کو فعل مستقبل کہا جاتا ہے۔ میں یہ کروں گا، وہ کروں گا، فعل مستقبل کی ہی مثالیں ہیں۔ الیکشن کے دنوں میں ساری گفتگو عموماً فعل مستقبل کے صیغوں میں ہی ہوتی ہے۔ (ابن انشاء)

سگار

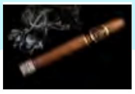

ایک بہت موٹے آدمی کو ایک بہت ہی مصروف ڈاکٹر نے جلدی جلدی سے یہ مشورہ دیا ناشتہ، چکنائی اور مٹھاس بند! سگار دن میں صرف ایک۔ سات دن بعد وہ صاحب دوبارہ کلینک تشریف لائے تو حلیہ ہی بگڑا ہوا تھا اور خاصے پریشان تھے۔ بے صبری سے بولے ڈاکٹر صاحب میں آپ کی منع کی ہوئی چیزوں سے تو مکمل پرہیز کر رہا ہوں لیکن روز کے ایک سگار نے مجھے مار ڈالا ہے آدھا بھی نہیں پی سکتا کیا کروں کبھی پیا جو نہیں تھا۔

تلمیح

زبان دانی میں جب انسان نے ترقی کی تو لمبے لمبے قصوں اور کہانیوں کی طرف خاص خاص لفظوں سے اشارے ہونے لگے۔ جہاں وہ الفاظ زبان پر آئے فوراً وہ تمام قصہ یا واقعہ آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ اور سننے والے کو بولنے والے کا مافی الضمیر سمجھ میں آ گیا۔ ایسا ہر اشارہ تلمیح کہلاتا ہے۔ مثلاً "چور کی داڑھی میں تنکا" مراد دل میں چور ہونا۔ یہ ایک تلمیحی مثل ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی زمیندار کے ہاں بھینس کی چوری کی۔ قاضی نے تمام مشتبہ افراد کو جن میں چور بھی شامل تھا سامنے کھڑا کر دیا پھر ایک پیادے سے کہا کہ دیکھو چور کی داڑھی میں تنکا ہے۔ چور کے دل میں ڈر تھا ہی، اس نے فوراً اپنی داڑھی پر ہاتھ ڈالا اور اس حرکت سے وہ شناخت کر کے پکڑا گیا۔

(از ماہنامہ خالد جنوری 2006)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی پہلی سپورٹس ریلی

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی پہلی سپورٹس ریلی مورخہ 18-19 دسمبر 2013 کو طاہر ہال بیت الفتوح لندن میں منعقد ہوئی۔ ریلی کا آغاز تلاوت قرآنِ پاک سے ہوا جو مکرم حافظ مسعود احمد صاحب نے کی۔ مکرم ومحترم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن و صدر ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ نے حاضرین محفل کو خوش آمدید کہتے ہوئے بتایا کہ آج

اللہ کے فضل سے ہماری ایسوسی ایشن کو پہلی سپورٹس ریلی منعقد کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ گو اس وقت حاضرین اور کھلاڑیوں کی تعداد 70-80 کے قریب ہے، تاہم ہمیں امید ہے کہ آئندہ اس کے شرکاء میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ آپ نے اس امر کی طرف بطور خاص توجہ دلائی کہ ہم سب کو اس ایسوسی ایشن کے قیام کے اصل مقاصد کی طرف ہمیشہ توجہ رکھنی چاہئے اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات اور توقعات کے مطابق اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ ریلی کی افتتاحی تقریب کے آخر میں محترم امام صاحب نے اجتماعی دعا کروائی جس کے بعد کھیلوں کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ طاہر ہال بیت الفتوح کے احاطہ میں واقع سب سے بڑا ہال ہے اور اب یہاں کھیلوں کے لئے مستقل بنیادوں پر والی بال، بیڈمنٹن، اور باسکٹ بال کے کورٹس بنادئے گئے ہیں۔ مکرم ظہیر احمد جتوئی صاحب انچارج سپورٹس ریلی نے بڑی محنت سے والی بال، بیڈمنٹن اور باسکٹ بال کی ٹیمیں تشکیل دی تھیں، سو افتتاحی تقریب کے ساتھ ہی طاہر ہال میں بیک وقت بیڈمنٹن اور باسکٹ بال کے مقابلہ جات شروع ہوگئے۔ تعلیم الاسلام کالج کے تربیت یافتہ طلباء اور کھلاڑی خدا کے فضل سے دنیا میں جہاں

کہیں بھی ہوں اپنی قابلیت کا لوہا منوا لیتے ہیں، چنانچہ شائقین کو کھیلوں کے بہترین مقابلے دیکھنے کو ملے۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد بیت بازی کا مقابلہ ہوا اور پھر احباب کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ اگلے روز بروز جمعرات شام پانچ بجے کھیلوں کے فائنل مقابلہ جات سے قبل میوزیکل چیئر کا دلچسپ مقابلہ ہوا جس میں 15 احباب نے حصہ لیا۔ بیڈمنٹن کے مقابلے شروع ہوئے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ مکرم ذیشان احمد صاحب بیڈمنٹن گیم کے ریفری تھے۔ فائنل مقابلے میں ایک ٹیم میں مکرم رانا عرفان احمد صاحب اور گوہر مقصود صاحب تھے جبکہ انکے حریف مکرم مرزا حفیظ احمد صاحب اور مکرم مدثر احمد صاحب تھے۔ ایک سخت اور دلچسپ مقابلے کے بعد مکرم رانا عرفان صاحب کی ٹیم فاتح قرار پائی۔ دیگر کھیلوں کے علاوہ آج والی بال کا مقابلہ بھی ہوا اور یہ کھیل کچھ ایسا دلچسپ تھا کہ ایک بار پھر ربوہ میں ہونے والے والی بال کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ اس کھیل میں جہاں کھلاڑی اپنی بہترین مہارت کا مظاہرہ کر رہے تھے وہاں کھیل دیکھنے والے شائقین بھی پورے جوش وجذبے سے کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے بعد بیت بازی کا ایک بہترین مقابلہ دیکھنے کو ملا۔ اس کے لئے دو ٹیمیں بنائی گئی تھیں اور ہر ٹیم میں دس، دس احباب تھے۔ خیال کیا جا رہا تھا کہ عشروں قبل تعلیم الاسلام کالج سے فارغ التحصیل طلباء

شائد اب آؤٹ آف پریکٹس ہو چکے ہوں گے لیکن حیرت انگیز طور پر مسلسل آدھ گھنٹے تک دونوں اطراف کے کھلاڑی بسرعت شعر پہ شعر پڑھتے رہے اور کوئی ٹیم بھی شکست ماننے کو تیار نہ تھی اور کوئی ڈگری

نہیں کر پا رہی تھی۔ مکرم ومحترم عطاء المجیب راشد صاحب صدر ایسوسی ایشن نے صورتحال کو دیکھتے ہوئے مشورہ کیا کہ اب چونکہ باسکٹ بال کے میچ کا وقت ہوا چاہتا ہے کیوں نہ مقابلے کو برابر قرار دے دیا جائے۔ ابھی اس بارہ میں سوچا ہی جا رہا تھا کہ اگلے ہی کچھ لمحوں میں مکرم رانا عبدالرزاق خان صاحب کی ٹیم مکرم آصف علی پرویز صاحب کی ٹیم پر ایک ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی اور فاتح قرار پائی۔ بیت بازی کے اس دلچسپ مقابلے کے بعد باسکٹ بال کا فائنل میچ اور بہترین کھیل دیکھنے کا موقع ملا اور یہاں بھی ایک مرتبہ پھر ربوہ کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ مرزا باسط صاحب، مرزا رشید صاحب، مرزا حفیظ

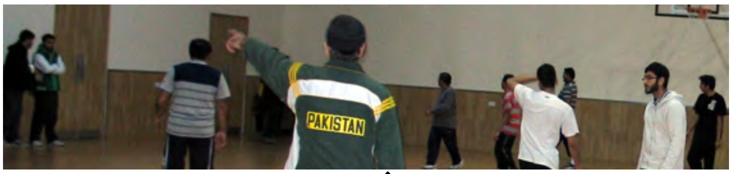

صاحب، خالد منیر صاحب، بشیر شریف صاحب، فضل احمد صاحب، طاہر افضال صاحب اور جاوید اقبال صاحب سمیت تمام کھلاڑیوں نے اس کھیل میں اپنی مہارت کے جوہر دکھائے اور شائقین سے خوب داد وصول کی۔ محترم فرید احمد ڈوگر صاحب باسکٹ بال کے اس مقابلے کے ریفری تھے۔

باسکٹ بال کے مقابلے کے بعد اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ جس کے مہمان خصوصی مکرم رانا مشہود احمد صاحب مربی سلسلہ (جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ برطانیہ) تھے۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا اور پھر تقریب تقسیم انعامات ہوئی۔ مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں کے علاوہ اُن بچوں کو بھی تعریفی اسناد دی گئیں جو پورے ذوق وشوق سے دونوں دن سپورٹس ریلی میں شریک ہوئے۔ محترم ظہیر جتوئی صاحب صدر سپورٹس ریلی نے مختصر رپورٹ پیش کرتے ہوئے منتظمین کا جن

میں مکرم رفیق روزی صاحب، مکرم مرزا عبدالرشید احمد صاحب اور مکرم ذیشان احمد صاحب شامل تھے، کا شکریہ ادا کیا۔ ان کے علاوہ مکرم سید نصیر احمد صاحب اور مکرم عطاء القادر طاہر صاحب کو بھی خصوصی تعاون پر تعریفی اسناد سے نوازا گیا۔ مکرم ومحترم عطاء المجیب راشد صاحب صدر ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ نے اختتامی کلمات میں تمام منتظمین، کھلاڑیوں اور دیگر شرکائے کرام کا شکریہ ادا کیا۔ آپ

نے ایک مرتبہ پھر اس امر کی یاد دہانی کرائی کہ ہمیں اس ایسوسی ایشن کے قیام کے اصل مقصد کو ہمیشہ مدنظر رکھنا اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے ترقی کی جانب قدم بڑھانا ہے۔ آپ نے حاضرین محفل کو اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی کہ پاکستان میں مستحق طلباء کی تعلیمی امداد کے کار خیر میں سب کو شامل ہونا چاہئے۔ آپ نے جہاں حاضرین محفل کو اُنکی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی وہیں اس عظیم درسگاہ کے ایک ممبر مکرم ومحترم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب مضطر کا محبت بھرا اسلام بھی پہنچایا اور آپ کی درازی عمر کے لئے دعا کی درخواست بھی کی۔ دعا کے ساتھ تقریب کا اختتام ہوا۔ جس کے بعد حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

(رپورٹ: مبارک صدیقی سیکرٹری اشاعت ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ)

جستہ جستہ

المنارUK(دسمبر2013) کے شمارے میں جناب ملک مسیح الدین شاہد صاحب کا نوٹ ’’پاکستان کے سانپ‘‘ محل نظر ہے ۔ مکرم ملک صاحب نے299صفحات پر مشتمل میری کتاب ’’سرزمینِ پاکستان کے سانپ‘‘ جو 1953 میں اردو سائنس بورڈ لاہور نے چھاپی تھی، کا ڈھکے چھپے ذکر کیا ہے۔ کتاب تو شاید انہوں نے نہ دیکھی ہو، کتاب پر تبصرہ کہیں پڑھا ہوگا! ملک صاحب آغاز طالب علمی کے زمانے سے ہی بادشاہ لوگ ہیں! ’’مادری زبان‘‘ کا محاورہ تو سنا تھا.... مادری مضمون کی اصطلاح آپ کہاں سے اُڑا لائے؟

کچھ یاد پڑتا ہے، ملک صاحب میری بی ایس سی نہیں تو ایف ایس سی زوالوجی کی کلاس میں تھے؟ شائد بھول گئے کہ بھِڑیں اور بچھو ڈنگ مارتے ہیں، جبکہ سانپ ڈستا ہے۔ سانپ ایک شریف جانور ہے، مولویوں کی طرح خواہ مخواہ ڈستا نہیں پھرتا، اپنے دفاع اور شکار کو قابو کرنے کیلئے یہ حربہ اختیار کرتا ہے، حملے سے پہلے دشمن کو شش کار کر ہوشیار کرتا ہے۔ ملک صاحب نے اچھے بھلے شریف جانور کو چودھویں صدی کی ارذل ترین مخلوق کے ساتھ ملا دیا، جس کا کام ہی کاٹنا اور معاشرے میں منافرت کا زہر پھیلانا ہے۔

یہ کتاب اشفاق احمد خان مرحوم (تلقین شاہ) کی ایما پر لکھی تھی۔ مسودے کے جواب میں اشفاق صاحب نے ریمارکس دیئے تھے: ’’آپ پاکستان کے بڑے سانپوں نواز شریف اور بے نظیر کو تو چھوڑ ہی گئے!‘‘

اب گدھے کریں گے علاج!!

حالیہ مہینوں میں برطانیہ کے بعض نرسنگ ہومز میں مریضوں کا دل بہلانے کے لیے ایک انوکھا طریقہ آزمایا جا رہا ہے۔ ان نرسنگ ہومز میں گدھے لائے جاتے ہیں، جس سے مریضوں کا دل بہلتا ہے اور ان کے اندر مثبت خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ تاہم گدھے کا نرسنگ ہوم میں داخلہ بعض اوقات صفائی ستھرائی کے مسائل پیدا کر دیتا ہے، خاص طور پر جب گدھے نے ماضیِ قریب ہی میں ڈٹ کر چارہ نوش کر رکھا ہو۔ چنانچہ حفظِ ماتقدم کے طور پر گدھے کے پیچھے ایک بالٹی رکھی جاتی ہے اور جوں جوں گدھا ہسپتال میں چہل قدمی جاری رکھتا ہے، اس بالٹی کو اس کے ساتھ ساتھ کھسکایا جاتا ہے۔ خوش قسمتی سے اس کے استعمال کی نوبت شاذ ہی آتی ہے۔

انہی میں سے ایک بیلی کیئر میں واقع کلیئرویو نرسنگ ہوم ہے جہاں گدھے لائے جاتے ہیں۔ تھیراپسٹ ایلنا لائنس کہتی ہیں: ’’مریض انہیں دیکھنا اور ان پر ہاتھ پھیرنا بہت پسند کرتے ہیں۔ ان سے علاج میں مدد ملتی ہے۔ یہاں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بچپن میں گدھے یا گھوڑے پالتے تھے، اس لیے ان کی بچپن کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔‘‘ انھوں نے مزید کہا: ’’گدھوں کو دیکھ کر وہ ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں، بلکہ ان کے آنے سے پہلے ہی خاصا جوش و خروش پھیل جاتا ہے۔ ان کے جانے کے بعد انھیں ایک موضوعِ گفتگو ہاتھ آ جاتا ہے۔‘‘

جب نرسنگ ہوم کے سٹنگ روم میں گدھے پہنچتے ہیں تو مریضوں کے چہرے کھل اٹھتے ہیں اور لبوں پر مسکراہٹیں دوڑ جاتی ہیں۔ 86 سالہ ویوین ہانا کہتے ہیں: ’’یہ زبردست بات ہے کہ گدھوں کو یہاں لایا جا رہا ہے۔ انھیں دیکھنا بہت اچھا لگتا ہے اور یہ ہمیشہ حیرانی کا باعث بنتے ہیں۔‘‘

(بی بی سی اردو ڈاٹ کام)

لطیفہ سازی کی صنعت

دیگر محسوسات کی طرح حسِ لطافت اور بذلہ سنجی بھی انسانی نیچر کا حصہ ہے۔ ذہن و فکر کی شگفتگی میں اظہار کے شگوفے کھِلیں، طبقاتی تعصب اور ذاتی عناد سے پاک ہوں، تہذیب و اخلاق کے دائرے میں ہوں تو بھلے لگتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے کہ مزاح نگار اور طنز نگار میں فرق یہ ہے کہ مزاح نگار ہرن کے ساتھ بھاگتا ہے مگر طنز نگار کتوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہے۔ مزاح کا بنیادی مقصد شگفتگی پیدا کرنا ہے، لازم نہیں کہ مبالغہ، تحریف، تضحیک اور طنز وغیرہ کی آلائشیں اس میں ضرور شامل کی جائیں۔ مگر لطیفہ سازی کی خود ساختہ و بے ساختہ صنعت مسلسل مصروفِ کار چلی آ رہی ہے۔ اکثر مزاح نگاروں کے سامنے اصلاح کا جذبہ نہیں ہوتا۔ یوں لگتا ہے قاری کو ہنسانا اور فقط ہنسانا ہی ان کا اصل مدعا ہے، تہذیبی قدریں پامال ہوتی ہیں تو بلا سے ہوں۔ انہیں غرض صرف اپنے کام سے ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

بوتل کا جن: کیا حکم ہے میرے آقا!

خانہ بدوش: میری رہائش کے لئے اک عالیشان محل تیار کرو!
بوتل کا جن: آقا اگر ایسا کر سکتا تو خود بوتل میں رہتا؟

☆

پہلا دوست: یار یہ تمہارا موبائل فون بڑا ’ودیا‘ ہے! کہاں سے خریدا ہے؟
خریدا نہیں ریس میں جیتا ہے، دوسرے دوست نے جواب دیا۔
پہلا دوست: ریس میں کتنے لوگ شامل تھے؟
دوسرا دوست: موبائل فون والا، پولیس والا اور میں!

☆

نوجوان نے نجومی سے دریافت کیا: بابا! میری شادی کیوں نہیں ہو رہی؟
نجومی نے کہا: کیسے ہوگی بیٹا! تمہاری قسمت میں تو سُکھ ہی سُکھ لکھا ہے۔

☆

ایک بچے نے باپ سے پوچھا: ابو! شادی پر کتنا خرچہ آتا ہے؟
باپ: پتہ نہیں؟ ابھی تک تو ادائیگی ہی کر رہا ہوں

☆

عورتوں سے بھری بس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور اس میں سوار سب عورتیں مر گئیں۔ ان عورتوں کے شوہر ان کے غم میں چند دن تک روتے رہے۔ مگر ایک شوہر اب تک رو رہا ہے، کہ اس کی بیوی سے وہ بس miss ہو گئی تھی۔

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی سالانہ تقریب

25 جنوری بروز ہفتہ (طاہر ہال) بیت الفتوح میں مغرب کی نماز کے بعد منعقد ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ جس میں ڈنر کے بعد ایسوسی ایشن کے عہدیداران کا انتخاب بھی عمل میں آئے گا۔ تعلیم الاسلام کالج کے تمام سابق طلباء سے درخواست ہے کہ اپنی اس سالانہ تقریب میں ضرور شامل ہوں اور اپنے 10 سال سے بڑے لڑکوں کو بھی ساتھ لا کر ایسوسی ایشن سے متعارف کروائیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس تقریب میں رونق افروز ہوں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔

ذرّوں کی کہانی - آصف کی زبانی

واہ رے محبت کے ذرّے

(آصف علی پرویز)

دوست (زور سے قہقہہ لگاتے ہوئے): یہ آپ نے کیا موضوع چنا ہے۔ بھلا ذروں کا محبت سے کیا تعلق! ذروں کی باتیں کرتے کرتے آپ سٹھیا تو نہیں گئے!

آصف: کیوں جی! کیا ذرے محبت کا ذریعہ نہیں ہو سکتے۔ ذرا صبر کریں تھوڑی ہی دیر میں آپ کچھ نہ کچھ حد تک قائل ہو ہی جائیں گے کہ ذرے محبت پیدا کرنے کا باعث ہیں۔

دوست: اچھا دیکھیں گے۔ مجھے تو آپ کی بات سے ایک لطیفہ یاد آ گیا!

آصف: جی! ہمیں بھی تو سنائیے۔

دوست: کہتے ہیں کہ ایک ریاضی دان کی ایک شاعری سے دلچسپی رکھنے والی خاتون سے شادی ہوگئی۔ اِدھر میاں تھے کہ انہیں ریاضی کے مسائل سے چھٹکارا ہی نہ ملتا تھا کہ بیگم کی طرف توجہ کر سکیں۔ ایک دن ناشتے کی میز پر بیگم نے کہا کہ کیا میں آپ کو ایک شعر سناؤں۔ ضرور ضرور کیوں نہیں! بیگم اپنی خوبصورت آواز میں گنگنائی:

دعویٰ بہت بڑا ہے ریاضی میں آپ کو
طولِ شبِ فراق ذرا ماپ دیجئے

میاں نے فوراً فیتہ اٹھایا اور بیگم کے کپڑوں کی الماری کی طرف لپکے۔ چند منٹ کے بعد کہنے لگے کہ میں نے ''فراک'' کی پیمائش کرلی ہے جو رات درزی دے گیا تھا۔ ٹھیک ایک میٹر چالیس سینٹی میٹر ہے۔ بیگم اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ اب آپ کی بات سن کر میں بھی اپنا سر پیٹ رہا ہوں کہ آپ اچھے بھلے ذہین دوست تھے، اب آپ کو کیا ہو گیا ہے؟

آصف: آپ کا کہنا بجا ہے۔ محبت تو ایک بہت ہی لطیف اور پاکیزہ جذبہ ہے لیکن یہ بھی امرِ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی بقا کا راز ''محبت'' میں ہی رکھا ہے۔

دوست: (حیران ہو کر): میں آپ کی بات بالکل نہیں سمجھ سکا۔ کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ زمین، چاند، مشتری، زحل، مریخ اور سورج میں کوئی ''غیر مرئی محبت'' ہے۔

آصف: ہے اور یقیناً ہے اور اس محبت کا نام ہے کشش ثقل (Gravitation) یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ شمسی نظام کے تمام سیارے اور مختلف سیاروں کے چاند کشش ثقل کی وجہ سے ایک دوسرے کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کشش ثقل کا نظام نہ پیدا فرمایا ہوتا تو نظام شمسی اول تو بنتا ہی نہ اور اگر آج یہ طاقت چند لحوں کیلئے بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ختم ہو جائے تو عملاً چند منٹوں میں نہ صرف نظام شمسی تباہ و برباد ہو جائے بلکہ تمام کی تمام کائنات بھی تہہ و بالا ہو جائے۔

دوست: یہ تو آپ نے خوب دلچسپ بات بتائی ہے۔ میں تو یہی سمجھتا تھا کہ کائنات بڑے لمبے عرصہ سے ہے اور یونہی رہے گی تاوقتیکہ قیامت آ جائے۔

آصف: اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہی بدیع السمٰوٰت والارض ہے اور اس کے پیدا فرمودہ احکامات اور قوانین کے تحت ہی کائنات معرض وجود میں آئی ہے۔ اچھا! یہ تو بتائیے کہ کشش ثقل یعنی کائناتی محبت کے ذرے کا کیا نام ہے۔

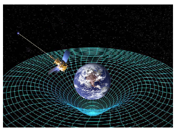

دوست: آپ نے ہماری گفتگو ''بنیادی طاقتوں'' (جو المنار اگست ۲۰۱۳ میں شائع ہوئی) اس ذرہ کا نام گریویٹان بتایا تھا۔

آصف: ماشاءاللہ! آپ نے خوب نام یاد رکھا ہے۔ یہ ایک بنیادی سائنسی حقیقت ہے کہ دنیا کا سارا نظام اسی کشش ثقل کے سہارے قائم دائم ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورۃ انبیاء میں فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ (الانبیاء:34)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب اپنے مدار میں رواں دواں ہیں۔

دوست: ذرا اس حصہ کی وضاحت کریں کہ ''سب اپنے مدار میں رواں دواں ہیں''

آصف: ''رواں دواں'' ہونے کی سائنسی توجیح اس کے سوا ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طاقت یعنی کشش ثقل پیدا فرمائی ہے جس کی وجہ سے سورج، چاند اور دوسرے اجرام فلکی ایک دوسرے کو کھینچتے ہوئے دائروں کی شکل میں گھوم رہے ہیں۔

دوست: لفظ ''رواں دواں'' سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو بھی کوئی اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

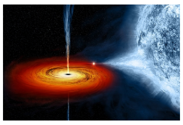

آصف: یہ موضوع تفصیلی گفتگو چاہتا ہے اور انشاء اللہ تخلیق کائنات میں اس کا ذکر کریں گے۔ اس وقت اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کہکشاں میں سیاہ سوراخ (Black Holes) پیدا فرمائے ہیں۔ جو نظام شمسی اور دوسرے ستاروں کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔

دوست: میں سوچ رہا ہوں کہ اگر ہم غور کریں تو حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تعلق بھی ایک لحاظ سے ''محبت'' سے ہی ہے۔ مثلاً حقوق اللہ بہترین رنگ میں اسی طرح ہی ادا ہو سکتے ہیں جب ہم اللہ تعالیٰ سے خالص ہو کر محبت کریں۔ اللہ تعالیٰ کا خوف بھی اس کی محبت ہی کی وجہ سے ہو۔

آصف: آپ نے یہ عمدہ بات بیان کی ہے۔ میں حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی کتاب ''میری والدہ'' پڑھ رہا تھا۔ آپ لکھتے ہیں: ''میں نے والدہ صاحبہ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم تو لوگوں سے احمدیت کے متعلق لمبی لمبی بحثیں کرتے ہیں لیکن بہت کم کسی پر اثر ہوتا ہے برعکس اس کے آپ کے ساتھ دو چار دفعہ بھی جو عورت مل لیتی ہے ضرور متاثر ہو جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بیٹا میں کوئی پڑھی لکھی عورت نہیں ہوں اور کوئی علم میں نے حاصل نہیں کیا۔ بس اتنا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں اور اس سے محبت کرتی ہوں۔ میں نے خیال کیا کہ سارے علوم کا نچوڑ تو یہی ہے۔''

(میری والدہ صفحہ ۶۸-۶۹)

دوست: اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس سے خالصاً محبت کرنے کا نام ہی تقویٰ ہے۔

آصف: آپ نے درست بیان کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک شعر میں فرماتے ہیں:

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اِتقا ہے   اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

دوست: اس طرح سے حقوق العباد کو ادا کرنے کا بہترین طریق محبت سے ہی ہے۔ والدین کی خدمت، بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے پیار جذبہ محبت کے ذریعہ ہی ادا ہو سکتا ہے۔

آصف: آپ کی بات بالکل درست ہے اس لئے تو ہماری جماعت کا موٹو یہی ہے کہ: ''محبت سب کیلئے، نفرت کسی سے نہیں'' ہاں! تو کیا آپ یہ بات ماننے کیلئے تیار ہیں کہ ذرہ گریوٹان ہی تمام اجرام فلکی بلکہ تمام کی تمام کائنات میں باہمی محبت پیدا کرنے کا ذمہ دار ہے۔

دوست: پہلے تو میں آپ کی بات ماننے کیلئے راضی نہیں تھا لیکن اب تو میں بھی کچھ حد تک قائل ہو رہا ہوں۔ اور ہاں دیکھئے! میں بھی تو ایٹم کے بارے میں غور کرتا رہا ہوں لیکن مجھے ایک بڑی مشکل پیش آ رہی ہے۔

آصف: کیا مشکل ہے اس میں، مجھے بھی تو بتائیے۔

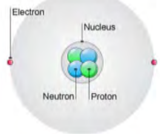

دوست: ایٹم کے مرکز میں پروٹان ہیں اور آپ بتا چکے ہیں کہ پروٹان پر مثبت بجلی ہوتی ہے۔ میں نے سکول میں پڑھا تھا کہ اگر دو چیزوں پر مثبت بجلی ہو تو وہ ایک دوسرے سے نفرت (Repel) کرتی ہیں اگر یہ صحیح ہے تو مرکز میں پروٹان کیونکر محبت سے رہتے ہیں۔ انہیں تو ایک دوسرے کو دھکے دے کر مرکز کو تباہ کر دینا چاہیئے۔ گویا کائنات کو فوراً تہہ و بالا ہو جانا چاہیئے لیکن عملاً اس کے برعکس ہے۔

آصف: آپ کی مشکل واقعی صحیح ہے اور قابل غور!

بڑا عرصہ سائنسدانوں کو اس سوال نے پریشان کئے رکھا۔ کچھ سائنس دان یہ سوچنے لگے کہ شاید ذروں کی دنیا میں جا کر قانون قدرت اپنے اندر تضاد پیدا کر لیتا ہے۔

دوست: دیکھیے صاحب! میں اس بات کو ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں کہ خدا تعالیٰ کے قوانین میں تضاد ہے۔ میرے پاس اس کی شاید سائنسی دلیل تو نہیں مگر قرآنی دلیل ضرور ہے۔

آصف: جی فرمائیے!

دوست: اللہ سورۃ الملک آیت نمبر ۴۔۵ میں فرماتا ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ۝

ترجمہ: وہی جس نے سات آسمانوں کو درجہ بدرجہ پیدا کیا تو رحمان کی تخلیق میں کوئی تضاد نہیں دیکھتا پس نظر دوڑا کیا تو کوئی رخنہ دیکھ سکتا ہے؟ نظر پھر دوسری مرتبہ دوڑا تیری طرف نظر ناکام لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہاری ہوگی۔ یہ آیت واضح طور پر بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تضاد نہیں۔ ہاں ہمارے سمجھنے میں کمی ہو سکتی ہے۔

آصف: یقیناً آپ کی بات بالکل درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون میں تضاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ورنہ اس کی وحدانیت پر شکوک پیدا ہوں گے۔ بہت سے سائنسدان بھی اسی سوچ کے حامل تھے اور انہیں سائنس دانوں میں ایک نوبل انعام یافتہ جاپانی سائنسدان پروفیسر یوکاوا (Yukawa) تھے۔ انہوں نے نہایت ہی پیچیدہ حساب سے یہ بیان کیا۔

دوست: بیشتر آپ مجھ سے یہ پیچیدہ حساب کتاب بیان کریں کیوں نہ اپنے ایک عزیز کا قصہ بیان کردوں۔

آصف: اگر یہ قصہ سنا کر آپ جاپانی پروفیسر صاحب کی بات سننے کیلئے تیار ہو جائیں گے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ جی فرمائیے۔

دوست: میرے عزیز مجھے ایک دفعہ کہنے لگے کہ جب میں پہلی دفعہ اپنی بیوی سے ملا تو جب وہ بات کرتیں تو یوں لگتا کہ میرے کانوں میں رس گھول رہی ہیں۔ شادی کے کچھ عرصہ تک وہ میری عقل و دانش سے پُر باتیں سنتیں اور سر دھنتیں۔ تو اب کیا ہوا میں نے جلدی سے پوچھا؟ کہنے لگے کہ اب وہ بھی بولتی ہیں اور میں بھی بولتا ہوں نہ میں ان کی سنتا ہوں اور نہ وہ میری۔ البتہ پڑوسی خوب سنتے ہیں!

آصف: خوب دلچسپ بات ہے! کیا خیال ہے کہ اگر ان کے بچے ہوتے تو شاید گھر میں امن رہتا کیونکہ دونوں میاں بیوی کی توجہ بچوں کی طرف ہوتی۔

دوست: یہ آپ نے خوب بات کی۔ جن گھروں میں بچے ہوتے ہیں وہاں گھریلو تعلقات نسبتاً خوشگوار رہتے ہیں۔ لیجئے اب آپ اپنے جاپانی پروفیسر صاحب کی بات بتا ہی دیں کہ کیونکر ان کے نزدیک ایٹم کے مرکز میں پروٹان اور نیوٹران ایک خوشگوار گھرانے کی طرح رہتے ہیں۔

آصف: میں نے تو بات بتا بھی دی کیا آپ ابھی تک نہیں سمجھے!

دوست: دیکھئے! پہلیاں بجھوانا چھوڑیئے اور صاف صاف بات کیجئے! کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ذرے بھی "بچے" دیتے ہیں اور بچوں کی وجہ سے وہ باہم محبت سے رہتے ہیں۔

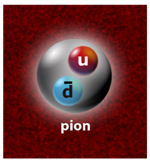

آصف: بالکل ایسا ہی ہے، یہ امر واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پروٹان ایک ذرہ پیدا کرتا ہے جسے سائنسدانوں نے پائیون (Pion) کا نام دیا ہے۔ جس پر مثبت بجلی ہوتی ہے۔ چنانچہ پروٹان کی مثبت بجلی لیکر یہ ذرہ نیوٹران کو چمٹ جاتا ہے جو اب مثبت بجلی کی وجہ سے پروٹان بن جاتا ہے اور جس پروٹان سے Pion نکلتا ہے وہ نیوٹران بن جاتا ہے۔

دوست: گویا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ پایون ذرہ پروٹان کو نیوٹران میں اور نیوٹران کو پروٹان میں بدلتا رہتا ہے اور یوں پروٹان کی باہمی نفرت غائب ہو کر محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

آصف: بالکل ایسا ہی ہے اور یہ ذرہ مسلسل یہی کام کرتا رہتا ہے۔ اور جس طرح بچوں کی وجہ سے گھر میں سکون رہتا ہے اسی طرح ایٹم کے مرکز میں ذرہ Pion کی وجہ سے پروٹان اور نیوٹران باہم محبت سے پُرسکون یعنی Stable رہتے ہیں۔

دوست: یہ بڑی دلچسپ بات ہے کہ جس طرح بچے نسل انسانی کو بقا دیتے ہیں اسی طرح ایٹم کے مرکز میں پیدا ہونے والا ذرہ مرکز کو بقا دیتا ہے۔

آصف: کیوں نہیں آخر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ (سورۃ یٰسین: ۸۲)

ترجمہ: وہ تو بہت عظیم خالق ہے۔

دوست: چلیئے اسی بہانے ایک اور ذرے کا تعارف بھی ہو گیا۔

آصف: اب تو آپ کا شک "محبت کے ذروں" کے بارے میں دور ہو گیا ہے!

دوست: بالکل دور ہو گیا ہے اب میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ہرگز "سٹھیائے" نہیں گئے ہیں۔

آصف: کیا آپ کو ان دو "محبت کے ذروں" یعنی گریویٹان (Graviton) اور ذرہ پائیون کی کوئی غیر معمولی شان دکھائی دے رہی ہے؟

دوست: لگتا ہے کہ آپ کوئی خاص بات کہنا چاہتے ہیں۔ فرمائیے:

آصف: اگر آپ غور کریں تو ان دو ذروں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی "احسن الخالقین" کی ایک غیر معمولی مثال ہمارے سامنے نظر آتی ہے۔

دوست: وہ کیسے! ذرا ہمیں بھی تو بتائیے۔

آصف: اگر آپ ذرہ گریوٹان (Graviton) پر غور کریں تو آپ کو احساس ہوگا کہ اس سے پیدا ہونے والی کشش ثقل کی وجہ سے ہمارا شمسی نظام (Solar System) قائم ہے۔ اسی طاقت کا اظہار ہماری کہکشاں کو تھامے ہوئے ہے بلکہ تمام کی تمام کائنات کا وجود کشش ثقل کا مرہون منت ہے۔ کیا آپ کو اندازہ ہے کہ کائنات کتنی وسیع ہے۔

دوست: میرا تو خیال ہے کہ کائنات کی وسعت کا اندازہ لگانا انسانی سوچ سے باہر ہے۔ یقیناً کھرب در کھرب میلوں پر اسکی وسعت ہے۔

آصف: آپ نے بالکل صحیح کہا کہ کائنات اتنی وسیع ہے کہ ہمارے روزمرہ کے حساب کتاب سے باہر ہے۔ دوسری طرف اب ذرہ پائیون پر غور کریں۔ جس کا دائرہ کار صرف ایٹم کے مرکز کے اندر ہے اور ایٹم اتنا چھوٹا ہے کہ سوئی کی نوک پر کروڑوں ایٹم ایک لائن میں کھڑے کئے جاسکتے ہیں۔

دوست: واقعی یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان کا زبردست اظہار کر رہی ہے: كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ (سورۃ رحمٰن: ۳۰) ترجمہ: اور وہ ہر گھڑی ایک نئی شان میں ہوتا ہے

اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اپنے اپنے دائرہ کار میں ذرہ گریوٹان اور ذرہ پائیون "محبت" کا پیغام دے رہے ہیں۔ اسے کہتے ہیں: "یک نہ شد دو شد"

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے
ہوسٹل کے طلباء
1962-63ء
کا گروپ فوٹو